مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوت

کراچی

کبریائی

"صاحبو! نہ مال اپنا ہے، نہ بیوی اپنی ہے، نہ بچے اپنے ہیں، ہم لوگ تو مزدور ہیں۔ چھکڑے کھینچ رہے ہیں جس میں بیوی بچے، مال متاع لدا ہوا ہے۔ جب منزل پر پہنچ جائے گا، الگ کر دیئے جائیں گے۔

صاحبو! مزدور اور خادم اور حمال مالک نہیں ہوا کرتا۔ پس ہم اصل حقیقت میں جب خادم ہیں تو مخدوم کیسے بن جاویں گے۔ اصل میں جب رعایا ہیں تو حاکم کیسے ہو سکتے ہیں۔ عبد ہیں مولیٰ نہیں ہیں۔ چھوٹے ہیں بڑائی اسی کا حق ہے۔ مقہور و مغلوب ہیں وہ قاہر و غالب ہے!

ولہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض

اسی کے لیے ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں۔

(حکیم الامت حضرت تھانوی)

درسِ نظامی

کا مختصر نصابِ تعلیم

- مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی دفتر ملتان میں وقت کی ضرورت کے پیش نظر
- دینی تعلیم کا نیا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔
- میٹرک پاس (کم از کم سیکنڈ ڈویژن) لڑکے داخل کئے جائیں گے۔ داخلہ محدود ہوگا۔
- قیام و طعام و کتب بذمہ مجلس مرکزی ہوں گے۔
- تین سالہ کورس ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ مذاہب باطلہ قادیانیوں عیسائیوں کے متعلق تعلیم دیجائیگی
- طالب علم حسب استطاعت مولوی فاضل۔ منشی فاضل۔ ادیب فاضل کا امتحان دے سکیں گے۔
- فارغ ہونے کے بعد مجلس کا تبلیغی میدان یا صرف انگریزی میں امتحان دے کر گریجویٹ بننا ممکن ہوگا

خواہشمند حضرات ۲۰ شوال سنہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۱ اگست تک رابطہ قائم کریں

مولانا محمد شریف جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

مدیر مسئول

عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمان

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر

مولانا بدیع الزمان

مولانا منظور احمد الحسینی

مینیجر

علی اصغر چشتی صابری، ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی

فی پرچہ ۱۔ ڈیڑھ روپیہ

بدل اشتراک

سالانہ	۶۰ روپیہ
ششماہی	۳۵ روپیہ
سہ ماہی	۲۰ روپیہ

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپیہ
کویت، اومان، شارجہ دوبئی، اردن اور شام	۲۲۵ روپیہ
یورپ	۲۹۵ روپیہ
اسٹریلیا، امریکہ، کنیڈا	۲۴۰ روپیہ
افریقہ	۲۱۰ روپیہ
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپیہ

رابطہ دفتر

دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ پرانی نمائش کراچی ۳

ناشر:۔ عبدالرحمٰن یعقوب باوا

طابع:۔ کلیم الحسن نقوی انجمن پریس، کراچی

مقام اشاعت:۔ 20/A سائرو مینشن ایم اے جناح روڈ، کراچی

فہرست

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
۱	ابتدائیہ	عبدالرحمٰن یعقوب باوا	۴
۲	خصائل نبویؐ	حضرت شیخ الحدیثؒ	۵
۳	افادات عارفی	ڈاکٹر عبدالحی عارفی	۶
۴	بحث التوفی	مولانا تاج محمد	۸
۵	حضرت شیخ الحدیثؒ	مولانا لدھیانوی	۱۱
۶	بائبل کی بائبل سے تکذیب	ڈاکٹر احسان الحق رانا	۱۳
۷	تعلق مع الرسول	مولانا علی اصغر چشتی صابری	۱۶
۸	سوچنے کی بات	ادارہ	۱۹
۹	قادیانی اپنے عقائد کے آئینے میں	مولانا تاج محمد	۲۰
۱۰	رائے آپ کی		۲۲
۱۱	اطلاعات و اعلانات		۲۳

جلد ۱ شمارہ ۱۰

۱۶ شوال تا ۲۲ شوال ۱۴۰۲ھ

۶ اگست تا ۱۲ اگست ۱۹۸۲ء

شعبہ کتابت

حافظ عبدالستار واحدی

حافظ گلزار احمد

غلام یٰسین تبسم

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اتحاد ـــــــ وقت کی اہم ترین ضرورت

گذشتہ دنوں وطن عزیز میں عید الفطر کے چاند کے مسئلے پر جو اختلافات پیدا ہوئے اور اس کے بعد ملک کے اکثر علاقوں میں دو عیدیں منائی گئیں۔ پھر اخبارات میں بیانات کا سلسلہ شروع ہوگیا جو ملک کے لیے ہرگز مفید نہیں ہے۔ ایسے بیانات سے ملک کے اتحاد کا شیرازہ بکھر رہا ہے اور فضا مکدر ہو رہی ہے۔ ان بحثوں کے بجائے یہ اہتمام کیا جائے کہ آئندہ ایسے واقعات نہ ہوں بلکہ مختلف مکاتیب فکر کے علمائے کرام مل بیٹھ کر ہمیشہ کے لیے اس مسئلے کو طے کرلیں۔

اس سے قبل بھی ایسے واقعات رونما ہوئے تھے لیکن گزشتہ چند سال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں اس مسئلہ پر کم ازکم اتحاد کی فضا پیدا ہوگئی ہے۔ اللہ کرے یہ فضا آئندہ بھی دوبارہ قائم ہو جائے۔

انتشار و افتراق کی لہریں جب اٹھتی ہیں تو پوری قوم کو بہا لے جاتی ہیں تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر جاتی ہیں اور قوم کے نام و نشان تک مٹا دیتی ہیں۔ کیا آپ نے اپنی گزشتہ تاریخ سے سبق حاصل نہیں کیا؟ دور کی بات نہیں یہ کوئی گیارہ سال پہلے کی بات ہے۔ ذرا سوچئے کہ مشرقی پاکستان ہم سے کیوں جدا ہوا؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہی اختلافات انتشار و افتراق۔ باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت تعصب کی فضا پیدا کی گئی اور پھر جو کچھ ہوا وہ آپ سب کے سامنے ہے۔

اسلام دشمن اور وطن دشمن عناصر ایسے موقع کی تاک میں رہتے ہیں ان کی پوری کوشش یہ ہے کہ ملک میں اتحاد کی فضا قائم نہ ہو۔ انتشار وافتراق کے بادل چھائے رہیں تاکہ ان کو ان حالات میں کام کرنے کا موقع ملے اور پھر وہ اختلافات کو ہوا دیتے ہیں تاکہ ملک بھر میں انتشار پھیلے۔

یہ سب کچھ ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب کہ ملک میں اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ اردگرد کے حالات اختلافات کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔

ہم پاکستان کے مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ملک کے حالات پر رحم کھائیں اور اتحاد کا دامن ہرگز ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ قرآن پکار پکار کر کہ رہا ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔

اسلام دشمن عناصر کے عزائم کو ناکام کر دیجئے اور اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا کیجئے کیونکہ اتحاد ہی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اسی میں ہم سب کی اور پاکستان کی بھلائی ہے۔

(عبدالرحمٰن یعقوب باوا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا بیان

بسلسلہ مہر نبوت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی کتاب خصائل نبوی سے ایک حصہ

(۴) حدثنا احمد بن عبدۃ الضبی وعلی بن حجر وغیر واحد قالوا انبأنا عیسٰی بن یونس عن عمر بن عبد اللہ مولیٰ غفرۃ قال حدثنی ابراہیم بن محمد من ولد علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کان علیؓ اذا وصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث بطولہ وقال بین کتفیہ خاتم النبوۃ وھو خاتم النبیین

(۴) ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کیا کرتے تو یہ صفتیں بیان کرتے اور حدیث مذکورۂ سابق بیان کی۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

فائدہ یہ حدیث پہلے باب میں مفصل گزر چکی ہے اس لیے یہاں مختصر طور سے اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور چونکہ اس میں مہر نبوت کا ذکر تھا اس لیے اس کو خاص طور سے ذکر دیا۔ یہ وہی حدیث ہے جو باب اول کے آٹھویں نمبر پہ گذری ہے۔

(۵) حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابو عاصم حدثنا عزرۃ بن ثابت حدثنی علباء بن احمر الیشکری قال حدثنی ابو زید عمرو بن اخطب الانصاری قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا زید ادن منی فامسح ظہری فمسحت ظہرہ فوقعت اصابعی علی الخاتم قلت وما الخاتم قال شعرات مجتمعاتٌ۔

(۵) علباء ابن احمر کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن اخطب صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کمر ملنے کے لیے ارشاد فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر ملنی شروع کی تو اتفاق سے میری انگلی مہر نبوت کو لگ گئی۔ علباء کہتے ہیں کہ میں نے عمرو سے پوچھا کہ مہر نبوت کیا چیز تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ چند بالوں کا مجموعہ تھا۔

فائدہ یہ پہلی روایات کے خلاف نہیں ہوئی اس لیے کہ اس کے اطراف میں بال بھی تھے۔ انھوں نے صرف ان کا ذکر کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضبط و ترتیب

افادات عارفی

منظور احمد الحسینی

اللہ کی رحمت سب کو بقدر ظرف حاصل ہوتی ہے

ملفوظات طیبات عارف باللہ جناب ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ

رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ گزرنے کے بعد حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ نے ۵ شوال ۱۴۰۲ھ بروز سوموار بعد نماز عصر معمول کے مطابق اپنے ارشادات سے نوازا۔ اس مجلس میں ۱۰۰ کے قریب حاضرین تھے جس میں ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کے علاوہ آپ کے خلفاء اور مریدین کی کافی تعداد تھی۔ ادارہ ان ملفوظات میں سے کچھ جواہر پیش کر رہا ہے۔

فرمایا:۔ رمضان المبارک کے گزر جانے پر ایک شعر یاد آگیا ؎

آئے بھی وہ، چلے بھی گئے پا کے بے خبر
ہم اپنی بے خودی میں نہ جانے کہاں رہے

ماہ مبارک آئے اور اپنی برکات و ثمرات دے کے چلے بھی گئے ہم جہاں تھے وہیں رہ گئے مگر واقعۃً ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں جو موعود ہیں وہ سب مسلمانوں میں بقدرِ ظرف اور بقدرِ استطاعت پہنچی ہیں، سب کو ملی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی محروم نہیں رہا۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ بادل آئے، بارش خوب تیز ہوئی جب وہ تھم گئی اب پتھروں پر بھی نمی آئی لیکن وہ تھوڑی دیر میں خشک ہو گئے۔ زمین بھی خشک نظر آتی ہے لیکن اس نے تمام پانی جذب کر لیا۔ اب یہ کہ محسوس ہو یا نہ ہو۔

فرمایا:۔ محسوسات کا امر بھی ناقص ہے۔ محسوسات کا یہ حال ہے کہ آپ اچھی سے اچھی لطیف سے لطیف غذا کھائیں جو مفرحات و مقویات بھی ہوں۔ مقویات بھی ہوں اور آپ کے مطلوبہ تمام تر لذائذ بھی اس میں شامل ہوں لیکن ان کے کھانے کے بعد آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ لطیف غذائیں کہاں جا رہی ہیں، کس طرح تحلیل ہو رہی ہیں۔ کہاں کہاں اس کا فضلہ خارج کیا جا رہا ہے۔ کہاں اس کے جوہر جذب ہو رہے ہیں۔ یہ کچھ محسوس نہیں۔ اس طرح سے ہمارے دل و دماغ نے اور اس میں جتنی رگیں تھیں سب نے اپنی اپنی غذا حاصل کر لی سب میں نشوونما کی قوت پیدا ہو گئی اور طبیعت میں انشراح بھی پیدا ہو گیا۔ خون کے بننے کے بعد تمام اعضاء نے اپنی اپنی غذا حاصل کر لی۔ اس سے ہماری قوت سماعت بھی بڑھ گئی۔ ہماری قوت ذہانت بھی بڑھ گئی۔ ہمارے ادراکات و احساسات میں بھی قوت آگئی لیکن محسوس کچھ بھی نہیں ہوا۔ جب مادی چیزیں ہمارے جسم کے اندر خود ہمارے اندر ہم کو محسوس نہیں ہوتیں تو روحانی انوار و تجلیات اور لطیف چیزیں یہ جسم کیسے محسوس کر سکتا ہے جو ادراکات اور روحانی غذائیں ہیں وہ تو روح ہی محسوس کرے گی اور ایمان ہی محسوس کرے گا۔ ہمارے اور آپ کے محسوسات میں جب مادی چیزیں نہیں آئیں تو روحانی چیزیں اور اس کے

انوارات کیسے آجائیں گے؟

فرمایا۔ رمضان المبارک میں مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا۔ کہنے لگے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی طاعات و عبادات قبول فرمائیں۔ دفعۃً خیال آیا کہ کتنا مہمل سوال ہے کہ قبول فرمائیں۔ یہ عرض نہ فرمایا یہ سارا مہینہ محض عطاء الٰہی ہے۔ اس میں محض ان کے احسانات کا نزول ہی نزول ہے۔ ہمارے عمل سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ کوئی ہم سے مطالبہ نہیں بلکہ محض اپنی عطاء خاص سے اللہ تعالیٰ نے یہ ہم کو ماہِ مبارک دیا ہے۔

فرمایا۔ سب مہینے سب دن ان کے ہیں۔ سب چیزیں (پوری کائنات) ان کی ہیں۔ نماز و روزہ بھی ان کا ہے۔ ہم بھی ان کے ہیں۔

ارے بھائی! سبھی کا اجر اللہ میاں دیں گے لیکن روزہ کے بارے میں انفرادی خصوصیت فرماتے ہوئے اعلان کر دیا کہ روزہ میرا ہے، میں ہی اس کا صلہ دوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ماہِ مبارک کا معاملہ اس کی حیثیت کچھ اس طرح ہے۔

ع میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر آپؐ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (آپ کا پروردگار آپ کو آگے چل کر اتنا کچھ دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے) مقامِ ناز پر اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ فرماتے ہیں کہ میں تو راضی نہ ہوں گا جب تک میں اپنے دل کی مرادیں پوری نہ کرا لوں۔ اپنی امت کو نہ بخشوا لوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا میں آپ کو اس طرح سے راضی کرتا ہوں کہ یہ ماہِ مبارک آپؐ کو اور آپ کی امت کو دیتا ہوں اور اس کا صلہ میں خود دوں گا۔ اتنا دوں گا اور اس حد تک دوں گا کہ آپ بالکل راضی ہو جائیں گے۔ اس ماہ میں میں نے شب قدر رکھ دی ہے جو "خیر من الف شہر" ہے۔ وہ بھی میری طرف سے عطیہ ہے، لا الٰہ الا اللہ۔ اور پھر اس رات میں فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے کہ وہ امتیانِ محمدؐ کے لئے جوق در جوق سلامتی لیکر چلے آ رہے ہیں۔ یہ ماہِ مبارک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی بڑی عطا ہے کہ عالم خلق پر اتنا بڑا احسان کبھی ہوا ہی نہیں۔

آدمی کے دین کی حفاظت صرف اسی صورت میں ہے کہ جب اہل اللہ سے اس کا تعلق ہو۔

(باقی صلا سے آگے۔)

والے حضرت کے عزیز اور چچا زاد بھائی بھی تھے۔ ان کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ حیاۃ الصحابہ کا ایڈیشن چھاپ کر پورا کا پورا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ہدیہ کر دیا تھا۔ حیاۃ الصحابہ تین جلدوں میں ہے آج اگر چھاپی جائے تو میرا اندازہ تو یہ ہے کہ کم از کم ساٹھ ستر ہزار روپیہ چھاپنے کیلئے چاہئیں اور فرمایا کہ آپ جس کو چاہیں دیں یہ تو مادی ہدیے تھے اس قسم کے ہدیے حضرت شیخ رح کے ایصالِ ثواب کے لئے بھی بہت ہوتے رہتے تھے۔

یہ شکلیں بھی چلتی رہنی چاہئیں حضرت کے ساتھ جتنا تعلق بڑھے گا۔ جتنا آپ ایصالِ ثواب کریں گے اتنا حضرت کی روح پر فتوح بھی انشاء اللہ متوجہ رہے گی اور حضرت کا فیض بھی آپ حضرات کو پہنچتا رہے گا۔ ایصالِ ثواب کی جتنی بھی شکلیں ہو سکتی ہیں خواہ ذکر و تسبیح کے طور پر ہوں، قرآنِ کریم کی تلاوت کے طور پر ہوں، نوافل کے طور پر ہوں، حج و عمرہ کے طور پر ہوں، قربانی کے طور پر ہوں، اور دوسرے صدقات کے طور پر ہوں، تخفیف لاکھیں بھی یہ ایصالِ ثواب ان سب کو صرف وقتی نہیں (کہ ایک مجلس قائم کی اور ہم نے کچھ قرآن مجید کی تلاوت کر لی اور حضرت شیخؒ کو ایصالِ ثواب کر دیا) یہ تو ایک مستقل کام ہے اور الحمد للہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لے کر ہمارے شیخؒ تک جتنے اکابر ہیں سب کو ایصالِ ثواب کریں گے تو سب سے تعلق قوی ہو گا۔ یہ لائن یعنی ایصالِ ثواب والی یہ بھی چلتی رہنی چاہیئے چاہے تھوڑا معمول ہو چاہے زیادہ لیکن ہمیشہ کا معمول ہونا چاہیئے۔

بحث التوفّی

ٹھوکریں مت کھائیے چلیئے سنبھل کر دیکھ کر

تاج محمد مدرس قاسم العلوم فقیر والی

لاہوری مرزائیوں کے آرگن "پیغام صلح" لاہور میں محمد یحیٰی صاحب بٹ امام مسجد برلن (جرمنی) کے تین خطوط بعنوان "لفظ توفی پر علمی بحث" شائع ہو گئے ہیں۔ ان خطوط کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو مفعول بہ انسان ہو۔ باب تفعل اور لفظ توفی ہو وہاں سوائے موت کے اور کوئی معنی ہو سکتے ہی نہیں۔ معترض کا یہ اعتراض کوئی نیا نہیں ہے بلکہ اس اعتراض کی بنیاد خود مرزا غلام احمد آنجہانی کی تحریروں پر رکھی ہے

(۱) مرزا غلام احمد اپنے ایک اشتہار موسومہ واجب الاظہار مندرجہ "تبلیغ رسالت" جلد ششم ص ۱۰۶ پر تحریر کرتے ہیں کہ

"در بارہ لفظ توفی اتفاق اہل لغت برہمیں قاعدہ مستمرہ است کہ
چوں درعبارتے فاعل ایں لفظ خدا باشد و مفعول بہ انسان دراں
صورت معنی توفی در میرانیدن محصور خواہد بود و بجز میرانیدن و قبض
روح معنی دیگر در آنجا ہرگز نہ خواہد بود

اس عبارت میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لفظ توفی سے متعلقہ قیود کا حوالہ "اتفاق اہل لغت" پیش کیا ہے (بہت خوب)

ہماری گذارش صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب تو آنجہانی ہو چکے۔ اب قادیانی علماء "اہل لغت کے اتفاق" سے اس کا ثبوت دیں۔ اگر وہ ثبوت نہ دے سکیں اور ہرگز نہ دے سکیں گے تو انہیں اقرار کرنا ہوگا کہ ان کے "مسیح موعود" نے اس جگہ اہل لغت پر صریح جھوٹ باندھا ہے اور سراسر غلط بیانی سے کام لیا ہے ؎

ع بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(۲) مرزا صاحب اپنی کتاب "سراج منیر" صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ "براہین احمدیہ" کا وہ الہام کہ یا عیسٰی انی متوفیک جو سترہ برس سے شائع ہو چکا ہے اس کے اس وقت خوب معنے کھلے۔ یعنی یہ الہام حضرت عیسٰی کو اس وقت بطور تسلی ہوا تھا جب یہود ان کے مصلوب کرنے کے لئے کوششیں کر رہے تھے اور اس جگہ بجائے یہود ہنود کوششیں کر رہے ہیں اور الہام کے یہ معنی ہیں کہ میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچائے گا۔

مرزا صاحب کی اس تحریر کا خلاصہ یہ نکلا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو جب یہود مصلوب کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ تو ان کو الہام ہوا۔ یا عیسٰی انی متوفیک۔ اور مرزا غلام احمد کو جب ہنود لیکھرام کے معاملہ میں قتل کرنا چاہتے ہیں تو ان کو بھی یہی الہام ہوا۔ یٰعیسٰی انی متوفیک (موت کے معنی نہیں کرتے) کہتے ہیں کہ اس کے معنی اللہ تعالےٰ نے مجھ پر کھولے ہیں کہ میں تجھے لعنتی موت سے بچاؤں گا۔

ہم صرف یہ دریافت کرتے ہیں۔

(۱) "کہ جب یہ آیت حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لئے نازل ہوتی ہے تو توفی کے معنی موت"

(۲) اور جب یہی آیت مرزا صاحب پر نازل ہوتی ہے تو توفی کے معنی موت سے بچانے کے کئے جاتے ہیں۔ ایک لفظ کے معنی زہر اور پھر اسی لفظ کا معنی تریاق بھی ہوگا۔

یہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہے مرزا صاحب ذی روح مفعول ہیں باب تفعل ہے اور لفظ توفی (نیند کا قرینہ ہے نہ رات کا) اور اس کا معنی موت سے بچانے کے ہیں۔

یا عیسیٰ انی متوفیک کے مختلف معانی

جو مرزا صاحب نے اپنی تصانیف کے مختلف مقامات پر کئے ہیں قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا موجب ہوں گے۔

① یٰعیسیٰ انی متوفیک ۔ اے عیسیٰ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا۔ (براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۵۱۹)

② یا یٰعیسیٰ انی متوفیک اے عیسیٰ میں تجھ کو کامل اجر بخشوں گا (براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۵۵۸

③ یٰعیسیٰ انی متوفیک اے عیسیٰ میں تجھ کو ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا (سراج منیر صفحہ ۲۱)

④ یٰعیسیٰ انی متوفیک اے عیسیٰ میں تیرے پر اتمام نعمت کروں گا۔ البشریٰ مرتبہ منظور الٰہی ص۱۰۵)

⑤ یٰعیسیٰ انی متوفیا فی : اے عیسیٰ میں تمہیں اپنی چمکار دکھاؤں گا۔ (اربعین ۲ ص۱۷)

⑥ یعیسیٰ انی متوفیک اے عیسیٰ میں تمہیں موت سے وفات دوں گا۔ (تریاق القلوب ص۲۷۵)

⑦ یعیسیٰ انی متوفیک اے عیسیٰ میں تجھے صلیب سے بچاؤں گا (اربعین ص۴۶ مولوی نورالدین خلیفہ اول قادیان ترجمہ کرتے ہیں یٰعیسیٰ انی متوفیک اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو " (تصدیق براہین احمدیہ صفحہ ۸)

آیت مذکورہ کی رو سے اگر واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور توفی کے حقیقی معنی صرف مار دینا ہی ہیں تو پھر وجہ بتائی جائے کہ مرزا صاحب نے " پوری نعمت دینا " " کامل اجر بخشنا " " موت سے بچانا " " چمکار دکھانا " کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے اور مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول قادیان نے " لینے والا ہوں تجھ کو " کس لفظ کے معنی کئے ہیں۔

بارگاہ رسالت کا فیصلہ

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ کنز العمال احادیث کی ایک جامع کتاب ہے (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۵۴) احادیث کی اسی جامع کتاب کنز العمال میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک طویل حدیث میں ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

واذا رمی الجمار لا یدری احد ماله حتی یتوفاه الله یوم القیامه ۔ جب حاجی جمروں کو کنکری مارتا ہے تو اسے اس وقت اس کا اجر و ثواب معلوم نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس کار خیر کا ایسا اجر و ثواب عطا فرمائے گا جس کا کہ اسے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ تب اسے معلوم ہوگا کہ یہ اس کا اجر و ثواب ہے

یہاں لفظ توفی ہے

اللہ تعالیٰ فاعل ہے

انسان ذی روح مفعول ہے۔

باب تفعل ہے۔

لیکن اس کا معنی "موت یا قبض روح" کے ہرگز نہیں بلکہ اس کے معنی پورا پورا اجر و ثواب دینا یعنی "کامل اجر بخشنا" ہیں جو کہ قیامت کے دن واقع ہوگا۔

لغت اور لفظ توفی

تاج العروس ۔ ومن المجاز ادرکته الوفاة ای الموت والمنیه وتوفی فلان اذا مات

اساس البلاغۃ ۔ ومن المجاز توفی فلان وتوفاه الله وادرکته الوفاة مندرجہ بالا دو حوالوں کو احمدیہ پاکٹ بک مطبوعہ ۱۹۵۲ء صفحہ ۲۹۳ پر نقل کیا گیا ہے حوالجات تحریر کرتے ہوئے ومن المجاز کے الفاظ ہی اڑا دیئے۔ صرف اسی ایک ایڈیشن میں ہی نہیں سابقہ تمام ایڈیشنوں میں ۱۹۳۴ء سے یہی چیز برابر چلی آرہی ہے۔ کتنا بڑا دھوکہ اور بددیانتی ہے

علامہ زمخشری صاحب " اساس بلاغت " نے اس جگہ توفاه الله میں جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہے۔ ذی روح مفعول باب تفعل کو مجاز بتایا ہے علامہ زمخشری کے خلاف کوئی قادیانی بھی چوں و چرا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان کو ہمیشہ کے لئے چوں و چرا کرنے سے منع کر دیا ہے۔

براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۰۵) ملاحظہ ہو۔

"علامہ زمخشری زبان عرب کا ایک بے مثل امام ہے جس کے مقابل پر کسی کو چون و چرا کرنے کی گنجائش نہیں" ص۲۰۵)

علامہ زمخشری جیسا زبان عرب کا ایک بے مثل امام (جیسا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے) اپنی مشہور و معروف لغت کی کتاب " اساس بلاغت "

میں لکھتا ہے کہ استوفاہ وتوفاہ، استکملہ یعنی استوفاہ (استفعال) اور توفاہ (تفعل) کے معنی ہیں کہ اس نے اس سے پورا پورا لے لیا ہے۔ یعنی وفا کا باب تفعل اور استفعال دونوں ہم معنی ہیں۔ علامہ موصوف نے اپنی عربی تفسیر "الکشاف" میں متوفی کا ترجمہ مستوفی کیا ہے جو باب استفعال سے ہے پس اگر اللہ تعالیٰ کے فاعل اور انسان کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں وفا کا باب تفعل موت کے سوا کسی دوسرے معنی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ تو متوفی کا ترجمہ مستوفی نہ کیا جاتا۔ کیونکہ باب استفعال موت کے معنوں کا ہرگز متحمل نہیں۔

قرآن کریم کا فیصلہ

(۱) قرآن کریم میں جہاں بھی کہیں حقیقی موت یا زندگی کے لئے کوئی لفظ استعمال ہوا ہے وہ صرف اماتت و احیاء ہے اس موت و زندگی کی فاعلی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ جہاں بھی کہیں حیات کی ضد بیان ہوئی۔ موت ہی کہا گیا۔ حیات کے مقابل توفی بیان ہی نہیں ہوا ہمارے دعوی کے رد میں قادیانی علماء سارے قرآن مجید میں سے صرف ایک مثال تک ہی بطور ثبوت پیش کرکے دکھائیں۔

(۲) روئے زمین کی تمام زبانوں کو لے لیا جائے۔ ہر ایک زبان کی گرامر کا یہ مسئلہ ہے کہ فاعل اور فعل ایک نہیں ہوتے۔ فعل فاعل سے سرزد ہوتا ہے لیکن عین ذات فاعل نہیں ہوا کرتا۔ اب قرآن کریم کی آیت فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت کو لے لیجئے۔ اس جگہ موت کو فعل توفی کا فاعل قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا توفی کچھ اور ہے اور موت کچھ اور۔ پس توفی کے حقیقی معنی موت قرار دینا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتے۔

(۳) زندگی اور موت دینا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے اس لئے جب بھی حقیقی نسبت کے لئے قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال ہوا تو وہ صرف موت ہی تھا اور جب توفی بیان ہوا تو وہ مجازی تھا کیونکہ قرآن کریم میں توفی کے فاعل فرشتے، آدمی، موت اور خدا آئے ہیں۔ اگر حقیقی معنوں میں اس کا مطلب موت ہوتا تو اس کے فاعل خدا کے سوا یقیناً غیر اللہ نہ ہوتے۔ حالانکہ اس کے برعکس اماتت جس کے حقیقی معنی موت دینا ہے اس کا فاعل۔ قرآن کریم، احادیث نبوی، اقوال صحابہ یا اقوال اہل لسان میں کسی جگہ بھی سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کسی کو قرار نہیں دیا گیا۔

اگر بالفرض توفی کے حقیقی معنی موت ہیں تو قرآن کریم میں اس کا فاعل بھی سوائے خدا کے اور کوئی نہ ہوتا۔ پس اللہ تعالےٰ کا دونوں فعلوں کے فاعل مقرر کرنے میں اس قدر اہتمام کرنا ثابت کرتا ہے کہ اگر اماتت کے حقیقی معنے موت دینا ہے تو یقیناً توفی کے حقیقی معنے موت دینا نہیں ہوسکتے۔

ہم نے بارہا قادیانی علماء سے یہ سوال کیا ہے کہ کیوں سارے قرآن کریم میں احیاء اور اماتت کے استعمال میں نسبت فاعلی خدا تعالیٰ نے صرف اپنی طرف کی ہے لیکن توفی میں سب طرح جائز رکھا؟ جواب دینے کی بجائے نظریں نیچی کرکے کھسکنے کی کوشش ہی کیا کرتے ہیں۔

بقیہ: قادیانی اپنے عقائد کے آئینے میں

کو آخری نبی ماننے والوں کو لعنتی اور مردود خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر محمد رسول اللہ کی نبوت ختم ہوگئی تو پھر آپ دنیا کے لئے عذاب ہوکر آئے۔ حالانکہ یہی مذہب ساری امت کا رہا ہے اور اس پر ایسا اجماع ہے کہ بہت کم مسائل پر ایسا اجماع ہوا ہوگا۔ میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ قرآن کو خاتم الکتب مانتے ہیں یا نہیں۔ پس اگر قرآن خاتم الکتب ہے تو محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء ہوئے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں ہیں تو پھر قرآن بھی خاتم الکتب نہیں اور اس کے بعد کسی اور کتاب کا آنا ضروری ہوگا۔ اور وہی خاتم الکتب ہوگی۔ اور وہی نبی خاتم الانبیاء ہوگا۔ اس صورت میں قرآن کا دعویٰ تکمیل ہدایت کا بھی نعوذ باللہ من ذالک غلط ماننا پڑے گا۔

پس اگر قرآن آخری کتاب ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخری نبی ہیں اور اگر قرآن آخری کتاب ہے تو پھر کیا قرآن دنیا کے لئے عذاب نہ ہوا (نعوذ باللہ) کہ اس کے آنے کے ساتھ کتابوں کا آنا بند ہوگیا۔ اصل بات تو کتابیں ہی تھیں۔ رسول تو ان کے حامل اور ان پر عمل کرکے دکھانے والے ہی تھے۔ پس جب کتاب کا آنا بند ہوگیا۔ تو رسول کا آنا نہ آنا برابر ہے۔ پس اگر خاتم النبیین کے یہ معنی لیے جائیں کہ آپ کی مہر سے نبی بنیں گے تو خاتم الکتب کے معنی بالخصوص جب نبی اور کتاب کا تعلق بھی ضروری ہے تو یہ کرنے پڑیں گے کہ قرآن کی مہر سے کتابیں آیا کریں گی۔ پس اگر قرآن کے بعد کتاب ہے تو محمد رسول اللہ کے بعد نبی بھی ہے اگر قرآن نے کتابوں کا خاتمہ کردیا کہ اسکے بعد کوئی کتاب نہیں تو اسی طرح آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

ملفوظات

جن حضرات کا سلوک مکمل ہو چکا ہے

وہ دوسروں کو فائدہ پہنچائیں

مولانا لدھیانوی

ضبط و ترتیب
عبدالمتین

ہمارے اکابر کچھ فرما چکے ہیں انہوں نے باقی کوئی بات نہیں چھوڑی جو عرض کی جائے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی جامعیت اور حضرت کے فضائل و کمالات بیان کرنے کے لئے یہ جلسہ کافی نہیں ہے۔ اور نہ اس وقت یہ موضوع ہے اس کی طرف مختلف اشارے ہو چکے ہیں۔ اس اجلاس کا اصل موضوع حضرت اقدس قدس سرہٗ کے لئے ایصالِ

> اہل اللہ سے لاتعلقی کا مرض عوام کے علاوہ طلباء، علماء اور صلحاء میں بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔

ثواب ہے اور وہ ہم ابھی کریں گے۔ اور ایک بات یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جو منتسبین ہیں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے حضرات وہ اپنے آپ کو بٹھائیں نہیں بلکہ چلائیں اور اس کے لئے کوئی لائحہ عمل عرض کر دیا جائے (یہ اس جلسہ کی مقصد تھا) تو ان حضرات (یعنی حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی اور حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب۔) نے یہ دونوں باتیں ارشاد فرما دی ہیں۔ حضرت نے تعلق رکھنے والے تو ماشاء اللہ بہت ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول وہ فرماتے ہیں "کہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کا قصد کرنے والے بہت کم لوگ ہیں اور پھر جو قصد رکھتے ہیں۔ ان میں سے چلنے والے بہت کم لوگ ہیں اور جو چلنے لگتے ہیں ان میں سے پہنچنے والے بہت کم لوگ ہیں اور پہنچنے والے بھی اعلیٰ الخطر عظیم"۔ ہماری یہ بدقسمتی ہے کہ اس شر و فساد کے زمانے ہیں، ہم موجود ہیں اس زمانے میں۔

اہل اللہ سے تعلق رکھنا بھی مفقود ہو گیا ہے۔ یعنی اللہ والوں سے تعلق رکھنا چاہیئے یہ بات بھی اب بحث و نظر کا موضوع بن گئی ہے چاہیئے یا

مورخہ ۱۱ شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۴ جون ۱۹۸۲ء بروز جمعہ بعد نماز عصر، حضرت شیخ الحدیثؒ کی یاد میں دارالحدیث بنوری ٹاؤن میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن، مولانا عبدالرشید نعمانی اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے خطاب کیا۔ ہم اس شمارے میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی تقریر جو ٹیپ ریکارڈ سے ضبط کی گئی ہے، پیش کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ کسی شمارے میں بقیہ دو تقاریر بھی پیش خدمت کی جائیں گی۔

منظور احمد الحسینی

شخصیت

نہ چاہیئے ...... ظاہر ہے کہ جب کسی اللہ کے بندے سے تعلق نہیں ہوگا، اس کے جوتوں کی خاک نہیں پھنکیگے تو اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنا کیسے آئے گا اور پھر اس مرض میں عوام تو بے چارے اپنی غفلت کی وجہ سے مبتلا ہیں، ہمارے علماء طلبہ، اور اچھے اچھے صلحاء بھی اس (مرض) میں مبتلا ہیں کہ قرآن و حدیث موجود ہیں ہم اس پر عمل کرتے رہیں گے اور جیسا ہم، جو عمل کرتے رہنا وہ ہمیں معلوم ہے۔ شیطان یہ دھوکہ دے دیتا ہے ہمیں، کہ قرآن کریم بھی موجود حدیث بھی موجود ہے ہم عمل کرتے رہیں گے لیکن جیسا عمل ہم سے بن پڑتا ہے وہ مجھے اپنا معلوم ہے اور آپکو اپنا معلوم ہے اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔

نفس اور شیطان سے امن کے لئے اور محفوظ ہونے کے لیئے لازمی شرط ہے کہ آدمی کی نکیل کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو یہ شتر بے مہار نہ ہو، میں نے کل حضرت مفتی (ولی حسن صاحب مدظلہٗ) سے کسی بزرگ کا مقولہ عرض کیا تھا، وہ فرماتے تھے کہ کسی گدھے کے ہاتھ میں میری یہ اس سے بہتر ہے کہ میں بغیر کسی پابندی کے خود مختار خود رَد رہوں۔ (یعنی اس کے بجائے بہتر کہ کسی حیوان کے ہاتھ میں میری نکیل ہو) آدمی کے دین کی حفاظت صرف اسی صورت میں ہے کہ جب اہل اللہ سے اس کا تعلق ہو اور یہ خود مختار خود رَو نہ ہو، بلکہ کسی کی مان کر چلنے والا ہو ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہٗ ان دوسرے حضرات کے بارے میں فرماتے تھے کہ ان حضرات نے ہمیں (علماء دیوبند کو) نہیں پہنچایا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پہنچائیں گے میں عرض کرتا ہوں کہ جو حضرات اپنے اکابر کی مان کر نہیں چل سکتے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی مان کر کیسے چل سکتے ہیں۔ جو شجرہ طوبیٰ کی مثال رکھتے تھے اس زمانے میں جس کی شاخیں مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک پھیلی ہوئی تھیں دنیا کا کوئی خطہ نہیں تھا۔ جو حضرت کی نظر شفقت سے اور آپ رحمہ اللہ علیہ کی توجہات اور آپ کی دعاؤں سے محروم ہو۔ حضرت رحؒ کا وہ سایہ سمٹ گیا خدا کو یہی منظور تھا اب حضرت کے جتنے بھی زیر سایہ حضرات ہیں ان کو اپنا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیئے کہ ہمیں بیٹھ جانا ہے یا چلنا ہے اور چلنا ہے تو کس طرح چلنا ہے، آپ کو معلوم ہے، جیسا کہ اکابر نے فرمایا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو آخری زمانے میں غلبہ ذکر تھا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ذکر کی لائن بالکل ٹوٹ گئی۔ الحمد اللہ تبلیغ کی لائن بھی اللہ نے زندہ کر دی تبلیغی جماعت کے ذریعہ سے اور اللہ کا شکر ہے کہ علم کی لائن بھی چل رہی ہے مدارس دینیہ کے ذریعہ سے، لیکن ذکر کی لائن بالکل ٹوٹ گئی حضرت اس کو محسوس فرما رہے تھے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد مولانا محمد یٰسین صاحب کا مقولہ نقل کیا ہے کہ ہم نے دار العلوم دیوبند کا وہ وقت دیکھا جب کہ شیخ الحدیث سے لے کر چپراسی تک اور چپراسی سے لیکر شیخ الحدیث تک تمام خدام مدرسہ صاحب نسبت ہوتے تھے۔ اب وہ نسبت والی کیفیت نہیں رہی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو آخری دور میں ذکر کی لائن کے بارے میں غلبہ تھا کہ اس کو زندہ کیا جائے۔

اہل اللہ سے تعلق ان کی ہدایات پر چلنا کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ کہ قلب میں اخلاص پیدا ہو، تزکیہ پیدا ہو، اس کے لئے ہمیں ضرورت ہے کہ اپنا لائحہ عمل مرتب کریں۔

ایک شکل، ایک بات تو یہ عرض کرنے کی ہے کہ جن حضرات کا سلوک مکمل ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ دولت عطا فرما دی ہے نسبت کی یہ ٹھیک ہے وہ دوسروں کو فائدہ پہنچائیں اور جن کا سلوک ابھی مکمل ہے اور جو ابھی چل رہے ہیں ان کو بہر حال رہنمائی کی ضرورت ہے۔ ہمیں شتر بے مہار نہیں رہنا چاہیئے کسی اللہ کے بندے سے تعلق قائم کرنا چاہیئے الحمد للہ یہاں حضرت سے تعلق رکھنے والے بھی موجود ہیں اور دوسرے اکابر بھی موجود ہیں۔ جس کی طرف بھی طبیعت راغب ہو اس سے تعلق رکھو، تعلق اصل میں حضرت شیخ ہی کا ہے۔ خود حضرت شیخ بھی ساری عمر اپنی طرف سے بیعت نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنے شیخ حضرت مولانا (خلیل احمد) سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بیعت فرماتے تھے۔ تعلق تو وہ ہی ہے لیکن مقصود پابندی ہے، ایک یہ بات ہے، دوسری بات جیسے حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی مدظلہٗ نے فرمایا ہے۔

کہ یہ ذکر کی لائن جتنی زندہ ہوگی اس کا ایصال ثواب حضرت شیخؒ کو پہنچے گا اور ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے اور کمالات میں سے ایک کمال یہ بھی ہے کہ خود ان کی زندگی میں جتنا ان کو ایصال ثواب کیا گیا ہے اتنا کسی کو نہیں کیا گیا۔ ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں حضرت کی طرف سے حج ہوتے تھے۔ مخلصین حضرت کی طرف سے حج کرتے تھے ہزاروں کی تعداد میں عمرے ہوتے تھے قربانیاں نہ معلوم کتنی حضرت کی طرف سے ہر سال ہوتی تھیں اور دوسرے ذکر و اذکار کا تو ذکر ہی کیا۔ حضرت شیخ ویسے بھی تو بادشاہ تھے۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی قدس سرہٗ تبلیغی جماعت

باقی صفحہ پر

(قسط ۳)

بائبل سے بائبل کی تکذیب

قرآن مجید کی روشنی میں بائبل کا ایک جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر احسان الحق رانا - ایم، ایس (کولمبیا) ایم، ایس، سی (آنرز) پی، ایچ، ڈی (پنجاب)

حضرت مسیح علیہ السلام کا مذہب اور دین مسیحیت

حضرت مسیحؑ کا مذہب حضرت مسیحؑ توریت کی شریعت کے سختی کے ساتھ پابند تھے۔ یعنی ان کا مذہب حضرت موسیٰؑ کا حقیقی دین تھا۔ اس کے برعکس ان کی قوم اسرائیل توریت سے برگشتہ ہو کر یہودی بن چکی تھی۔ حضرت مسیحؑ کی آمد کا مقصد توریت کی تجدید اور یہودیت کی اصلاح کرنا تھا۔ ان کی قوم کی زبان آرامی ہونے سے حضرت مسیحؑ پر اللہ کا کلام آرامی انجیل کی صورت میں نازل ہوا تھا۔ لیکن یہ اصل انجیل یا اس کا یونانی ترجمہ ناپید ہے۔

مسیحیت عہد جدید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیت حضرت مسیحؑ کے مذہب کی بجائے ساؤل نامی ایک مخالف مسیح یونانیت کے رنگ میں رنگے ہوئے غیر فلسطینی یہودی کا وضع کردہ مذہب ہے۔ ساؤل کلکیہ کے غیر فلسطینی شہر ترسس کا باشندہ تھا۔ اس نے حضرت مسیحؑ کو آنکھوں دیکھا اور نہ کانوں سنا تھا، بلکہ وہ ان کے پیروکاروں کا بدترین دشمن تھا کہ انہیں باندھ باندھ کر مذہب سے برگشتگی کے الزام میں یہودی مذہبی صدر عدالت سے سزا دلواتا۔ اور جان سے بھی مروا دیتا تھا۔

حضرت مسیحؑ کے حقیقی پیروکار اصلاح شدہ یہودی تھے۔ حضرت مسیحؑ کی پیدائشی الہامی نام یسوع کی نسبت سے انہیں یسوعی کہا جا سکتا ہے یسوعیوں کے ایمان کی پختگی سے گھبرا کر ان کو ختم کرنے کے لئے ساؤل نے حضرت مسیحؑ کے حقیقی رسولوں کو ریاکار اور قابل ملامت ٹھہرایا اور یہ مشہور کیا کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرے۔ دفن ہوئے اور تیسرے دن مُردوں سے جی اٹھے اور جلال پا کر آسمان کو گئے۔ اور پھر انہوں نے آسمان سے اتر کر ساؤل کو اپنا نمائندہ یعنی رسول منتخب کر کے اسے ہدایت کی کہ ان کی زندگی کی تعلیم اور توریت کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور حضرت مسیحؑ کے نام سے اپنے پیروکار بنائے۔

ساؤل کی اس گمراہ کن تعلیم سے قدیم یہودیوں اور یسوعیوں کا برافروختہ ہو جانا قدرتی بات تھی۔ یہ دونوں فریق جب ساؤل کی مخالفت پر اتر آئے تو اس نے حضرت مسیحؑ کے حقیقی رسولوں کو ریاکار اور قابل ملامت ٹھہرایا اور یہودیوں سے بچنے کے لئے خود کو غیر یہودی اقوام کے لئے حضرت مسیحؑ کا رسول بنا کر پیش کیا۔ ساؤل کی تعلیم یہودیت اور یسوعیت دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ جس سے فلسطین سے باہر غیر اقوام میں منادی کرنے سے جو لوگ اس کے پیروکار بنے وہ پہلے پہل شام کے شہر انطاکیہ میں مسیحی کہلائے اور اس طرح مسیحیت کی ابتداء ہوئی۔

یسوعیوں کا انجام یسوع مسیحؑ کے حقیقی رسول جو انہوں نے زندگی میں منتخب کئے تھے، ان پڑھ لوگ تھے۔ ان کا حلقہ اثر یروشلم اور ارد گرد کے علاقہ کے غریب عوام تک محدود تھا۔ ابتداء ہی میں ان سیدھے سادے لوگوں کو نامساعد حالات کا سامنا ہوا۔ مذہب سے برگشتگی کے الزام میں سرداران یہود

انہیں سزائیں دیتے تھے پھر انہیں ساؤل جیسے تعلیم یافتہ اور ہوشیار دشمن سے دوچار ہونا پڑا۔ اور آخرکار جب حضرت مسیحؑ کو رخصت ہوئے چالیس برس بھی نہ گزرے تھے تو ۷۰ء میں رومیوں کے ہاتھوں یروشلم کے تباہ و برباد ہو جانے سے یسوعیوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہی۔ اور وہ تقریباً ختم ہو گئے۔ ان کے نابود ہو جانے سے آرامی انجیل مسیحؑ کا وجود بھی باقی نہ بچا۔

مسیحیت کی کامیابی یسوعیوں کی بربادی میں ساؤل کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ان کے ختم ہونے سے حضرت مسیحؑ کی حقیقی تعلیم کو جاننے والے باقی نہ رہے۔ تو حضرت مسیح کے نام پر ساؤل کی گمراہ کن تعلیم کی مخالفت بھی ختم ہو گئی۔ مسیحیت کا حلقہ اثر فلسطین سے باہر غیر اقوام میں ہونے سے مسیحیت کے پیروکار یہودیوں اور یسوعیوں کی طرح رومیوں کے غضب کا شکار بھی نہ ہوئے۔ ان سازگار عوامل نے مسیحیت کو پھلنے پھولنے کا سنہری موقع مہیا کیا۔

بت پرست غیر اقوام کو مسیحیت کا گرویدہ بنانے کے لئے ساؤل نے یہ اقدام کئے تھے۔

(الف) حضرت مسیح کو یونانی دیوتاؤں کی صورت میں پیش کرنے کے لئے مشہور کیا کہ یسوع مسیحؑ مر کر جی اٹھے تھے۔ اور وہ خدا کے بیٹے تھے۔

(ب) یسوع کو نجات دہندہ مسیح موعود بنانے کے لئے بے خبر غیر اقوام کے سامنے عہد عتیق سے توڑ مروڑ کر حوالے پیش کئے۔ عہد عتیق کے ساتھ تقابل سے عہد جدید میں ان محرف حوالوں کی نشاندہی آسانی سے ہو جاتی ہے۔

(ج) توریت کی شریعت سختی کے ساتھ ختنہ کرانے کی پابند ہے اور خود حضرت مسیحؑ مختون تھے۔ جب کہ غیر اقوام ختنہ کرانے کے خلاف ہونے سے ساؤل کے پیروکار بننے سے گریزاں تھیں۔ اس مشکل کے حل کے لئے ساؤل نے توریت کی ساری شریعت ہی کو منسوخ قرار دے دیا۔

(د) غیر اقوام ساؤل نام کے یہودی کا پیروکار بننے سے گریزاں تھیں۔ اس لئے ساؤل نے یکایک اپنا یہودی نام ترک کر کے یونانی نام پولوس (پولس یا پال) اختیار کر لیا۔ اور وہ اسی نام سے مشہور ہو کر سینٹ پال بنا۔

(ہ) کلکیہ کے شہر ترسس میں ساؤل اچھی طرح سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ اس لئے دور دراز شہروں کے سفر کر کے غیر اقوام میں کامیابی حاصل کی اور ان شہروں میں اپنے پیروکاروں کی جماعتیں قائم کر کے انہیں کلیساؤں کا نام دیا۔

(و) توریت کی شریعت کی منسوخی اور یہودی بائبل سے توڑ مروڑ کر حوالے پیش کرنا بدترین مذہبی جرائم تھے جن پر یہودی مذہبی صدر عدالت کو موت کی سزا دینے کا اختیار تھا۔ ساؤل کے لئے صدر عدالت نے موت کی سزا تجویز کی لیکن وہ سنگسار ہو کر بچا رہا اور بعد میں رومی شہریت کے سہارے رومی عدالتوں کے سامنے پیش ہوتا رہا۔

۳۔ عہد جدید کی تدوین و ترتیب یہودیوں اور یسوعیوں کی مخالفت سے پولوس کے پیروکار مسیحیوں کے قدم ڈگمگائے تو مسیحیت پر قائم رکھنے کے لئے اپنے پیروکاروں کی کلیساؤں کو پولوس نے خطوط لکھے۔ دین مسیحیت کی وضاحت میں لکھی گئی یہ اولین تحریریں تھیں بعد میں ان کی روشنی میں حضرت مسیح کی زندگی کے حالات کو ڈھال کر کتابیں لکھی گئیں اور انہیں اناجیل کے نام دے کر عہد جدید کے شروع میں رکھا گیا۔ ابتدائی مسیحیت کے حالات کی کتاب کو "رسولوں کے اعمال" کے نام سے اناجیل اربعہ کے بعد جگہ دی گئی۔ اور پھر خطوط پولوس اور چند دیگر خطوط شامل کئے گئے۔ اور سب سے آخر میں "یوحنا کا مکاشفہ" نامی کتاب کو ملا کر یونانی میں لکھی گئی کل ستائیس کتابیں عہد جدید کہلائیں۔

عہد جدید کی تدوین و ترتیب سے عیاں ہے کہ مسیحیت کی بنیاد کتب عہد جدید پر نہیں رکھی گئی تھی بلکہ عہد جدید مسیحیت کی پیداوار ہے۔ حضرت مسیح اور ان کے پیروکار یسوعی یہودیوں کی مادری زبان آرامی تھی۔ یسوع مسیح کے منتخب کردہ سبھی رسول ان پڑھ تھے۔ یونانی تو کیا وہ آرامی میں بھی کچھ لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ عہد جدید کی ساری کتابیں یونانی زبان میں لکھا جانا اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ انہیں لکھنے میں فلسطینیوں اور حضرت مسیحؑ کے حقیقی شاگردوں کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔

۴۔ بائبل کی اصلیت معلوم کرنے میں دشواری ہم یہ بتا چکے ہیں کہ دسویں صدی عیسوی سے پہلے کی عبرانی بائبل اور چوتھی صدی عیسوی سے قبل کی لکھی ہوئی کوئی یونانی، یہودی بائبل یا عہد جدید کی کوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے۔ قدیم ترین کتب مقدسہ کے جو نسخے میسر ہیں وہ محض عجائب گھروں کی زینت بن کر مطالعہ کی دسترس سے باہر ہیں۔ اسی لئے مسیحیت کا تمام تر دار و مدار مختلف زبانوں میں بعد میں لکھے گئے تراجم پر ہے جو نہ صرف آپس میں یکسانیت نہیں رکھتے بلکہ حالات کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لئے بدلتے بھی رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں مذکور بائبل کے چند قصوں کے سوا کسی اور جگہ بائبل کے کسی واقعہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔

مبادا کہ نتیجہ بائبل کو الہامی یا اللہ کا کلام سمجھے جانے کے برخلاف نکلے، اندھی عقیدت مندی میں مبتلا بائبل کے پیروکار علما اندرونی جائزے سے بائبل کی اصلیت و صداقت جانچنے سے گریزاں رہے ہیں۔ ان حالات

آتشیں قربانیاں اور اسی کی میراث کھایا کریں ۞ اسی لئے
ان کے بھائیوں کے ساتھ ان کو کوئی میراث نہ ملے ۞ کیونکہ
خداوند ان کی میراث ہے جیسا کہ خوان سے کہا ہے کیونکہ
خداوند تیرے خدا نے اس کو تیرے سب قبیلوں سے چن
لیا ہے تاکہ وہ اور اس کی اولاد ہمیشہ خداوند کے نام سے
خدمت کے لئے حاضر رہیں ۞ استثنا (۱۸ : ۱، ۲، ۵)

بنی لاوی کے لئے مخصوص احکام مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے خدا کی طرف سے حضرت موسیٰ کو دی گئی ہدایات بائبل میں اس طرح ہیں۔

(الف) **کاہن کا مخصوص لباس** "تو اپنے بھائی ہارون کے لئے عزت اور زینت کے واسطے مقدس لباس بنا دینا اور جو لباس وہ بنائیں گے یہ ہیں سینہ بند افود اور جبہ اور چار خانے کا کرتہ اور عمامہ اور کمر بند۔ وہ تیرے بھائی ہارون اور اس کے بیٹوں کے واسطے یہ لباس بنائیں تاکہ وہ میرے لئے کاہن کی خدمت انجام دے۔ (خروج ۲۸ : ۱، ۲، ۳، ۴)

(ب) **شہادت کا صندوق اور اس کا مسکن** شہادت کے صندوق میں حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر ملنے والی شہادت کی لوحیں رکھی رہتی تھیں۔ یہ خداوند کا صندوق بھی کہلاتا تھا۔ اور بنی اسرائیل کے لئے ازحد مقدس تھا۔ یہ صندوق اس خیمہ کے اندرونی پاک ترین مقام میں رکھا جاتا تھا جسے حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے بنوایا تھا اس خیمہ کو شہادت کا مسکن اور خیمہ اجتماع بھی کہا جاتا تھا اور بنی اسرائیل کی واحد عبادت گاہ تھا۔ حضرت موسیٰ کو دیئے گئے خدا کے حکم سے صرف بنی لاوی اس کے نزدیک جا سکتے تھے کہ لکھا ہے۔

"تو لاویوں کے قبیلہ کو نہ گننا اور نہ ہی بنی اسرائیل کا شمار
ان کے شمار میں داخل کرنا ۞ بلکہ تو لاویوں کو شہادت
کے مسکن اور اس کے سب ظروف اور اس کے سب لوازمات
کے متولی مقرر کرنا۔ وہی مسکن اور اس کے ظروف کو اٹھایا
کریں۔ اور وہی اس کی خدمت بھی کریں۔ اور مسکن کے
آس پاس وہی اپنے ڈیرے لگائیں ۞ اور جب مسکن
کو آگے روانہ کرنے کا وقت ہو تو لاوی اسے اتاریں
اور جب مسکن لگانے کا وقت ہو تو لاوی اسے کھڑا کریں
اور اگر اجنبی کوئی نزدیک آئے تو جان سے مارا جائے ۞
(گنتی ۱ : ۴۹، ۵۱)

(ج) **شہادت کے صندوق کا تقدس** صرف لاوی کے قبیلہ سے مخصوص کردہ پاک اشخاص ہی صندوق کے پاس جا سکتے اور اسے ہاتھ لگا سکتے تھے۔ کوئی دوسرا شخص نادانستہ طور پر بھی صندوق کو ہاتھ لگا دیتا تو وہ جان سے مارا جاتا تھا۔ جب یہ صندوق ایک جگہ سے دوسری جگہ گاڑی پر لاد کر منتقل کیا جا رہا تھا تو بائبل کا بیان ہے۔

"جب وہ لوگ نکون (یا کیدون) کے کھلیان پر پہنچے تو عزّہ نے خدا کے صندوق کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اسے تھامے کیونکہ بیلوں نے ٹھوکر کھائی۔ تب خداوند کا غصہ عزّہ پر بھڑکا اور خدا نے وہیں اس کی خطا کے سبب مارا" (۲۔ سموئیل ۶ : ۶، ۷، ۱۔ تواریخ ۱۳ : ۹، ۱۰)

(د) **بخور جلانے کی قربانگاہ یا مذبح** "تو بخور جلانے کے لئے کیکر کی لکڑی کی ایک قربانگاہ بنانا ۞ اس پر ہارون خوشبودار بخور جلایا کرے۔ ہر صبح چراغوں کو ٹھیک کرتے وقت بخور جلائے ۞ اور زوال و غروب کے درمیان بھی جب ہارون چراغوں کو روشن کرے تب بخور جلائے۔ یہ بخور خداوند کے حضور پشت در پشت جلایا جایا کرے ۞ (خروج ۳۰ : ۱، ۷، ۸)

بائبل کے ان احکام سے واضح ہوتا ہے کہ بنی لاوی کے سوا کوئی اور شخص (۱) افود اور جبہ نہیں پہن سکتا تھا۔ (۲) خدا کے صندوق اور خیمہ اجتماع اور مذبح خانہ کے پاس نہیں جا سکتا تھا (۳) کاہن نہیں ہو سکتا تھا۔

الحاج لال حسین صاحب امیر مجلس کراچی کو صدمہ

پچھلے دنوں رمضان المبارک میں الحاج لال حسین امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے قریبی عزیز نور خان صاحب، ریاض (سعودی عرب) کے قریب حاجر شہر میں جیپ کے ساتھ تصادم کی وجہ سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ ادارہ حضرت حاجی صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

آتشیں قربانیاں اور اسی کی میراث کھایا کریں۔ اسی لئے ان کے بھائیوں کے ساتھ ان کو کوئی میراث نہ ملے۔ کیونکہ خداوند ان کی میراث ہے جیسا کہ خوان سے کہا ہے کیونکہ خداوند تیرے خدا نے اس کو تیرے سب قبیلوں سے چن لیا ہے تاکہ وہ اور اس کی اولاد ہمیشہ خداوند کے نام سے خدمت کے لئے حاضر رہیں۔ استثنا ۱۸: ۱، ۲، ۵)

بنی لاوی کے لئے مخصوص احکام مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے خدا کی طرف سے حضرت موسیٰ کو دی گئی ہدایات بائبل میں اس طرح ہیں۔

(الف) **کاہن کا مخصوص لباس** تو اپنے بھائی ہارونؑ کے لئے عزت اور زینت کے واسطے مقدس لباس بنا دینا اور جو لباس وہ بنائیں گے یہ ہیں اسینہ بند افود اور جبہ اور چار خانے کا کرتہ اور عمامہ اور کمر بند۔ وہ تیرے بھائی ہارونؑ اور اس کے بیٹوں کے واسطے یہ لباس بنائیں تاکہ وہ میرے لئے کاہن کی خدمت انجام دے۔ (خروج ۲۸: ۱، ۲، ۴)

(ب) **شہادت کا صندوق اور اس کا مسکن** شہادت کے صندوق میں حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر ملنے والی شہادت کی لوحیں رکھی رہتی تھیں۔ یہ خداوند کا صندوق بھی کہلاتا تھا۔ اور بنی اسرائیل کے لئے از حد مقدس تھا۔ یہ صندوق اس خیمہ کے اندرونی پاکترین مقام میں رکھا جاتا تھا جسے حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے بنوایا تھا اس خیمہ کو شہادت کا مسکن اور خیمہ اجتماع بھی کہا جاتا تھا اور بنی اسرائیل کی واحد عبادت گاہ تھا۔ حضرت موسیٰ کو دیئے گئے خدا کے حکم سے صرف بنی لاوی اس کے نزدیک جا سکتے تھے کہ لکھا ہے۔

"تو لاویوں کے قبیلہ کو نہ گننا اور نہ ہی بنی اسرائیل کا شمار ان کے شمار میں داخل کرنا۔ بلکہ تو لاویوں کو شہادت کے مسکن اور اس کے سب ظروف اور اس کے سب لوازمات کے متولی مقرر کرنا۔ وہی مسکن اور اس کے ظروف کو اٹھایا کریں۔ اور وہی اس کی خدمت بھی کریں۔ اور مسکن کے آس پاس وہی اپنے ڈیرے لگائیں۔ اور جب مسکن کو آگے روانہ کرنے کا وقت ہو تو لاوی اسے اتاریں اور جب مسکن لگانے کا وقت ہو تو لاوی اسے کھڑا کریں اور اگر اجنبی کوئی نزدیک آئے تو جان سے مارا جائے۔"

(گنتی ۱: ۴۹-۵۱)

(ج) **شہادت کے صندوق کا تقدس** صرف لاوی کے قبیلہ سے مخصوص کردہ پاک اشخاص ہی صندوق کے پاس جا سکتے اور اسے ہاتھ لگا سکتے تھے۔ کوئی دوسرا شخص نادانستہ طور پر بھی صندوق کو ہاتھ لگا دیتا تو وہ جان سے مارا جاتا تھا۔ جب یہ صندوق ایک جگہ سے دوسری جگہ گاڑی پر لاد کر منتقل کیا جا رہا تھا تو بائبل کا بیان ہے۔

"جب وہ لوگ نکون (یا کیدون) کے کھلیہان پر پہنچے تو عزہ نے خدا کے صندوق کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اسے تھامے کیونکہ بیلوں نے ٹھوکر کھائی۔ تب خداوند کا غصہ عزہ پر بھڑکا اور خدا نے وہیں اس کی خطا کے سبب مارا۔" (۲۔ سموئیل ۶: ۶، ۷، ۱۔ تواریخ ۱۳: ۹، ۱۰)

(د) **بخور جلانے کی قربانگاہ یا مذبح** "تو بخور جلانے کے لئے کیکر کی لکڑی کی ایک قربانگاہ بنانا۔ اس پر ہارون خوشبودار بخور جلایا کرے۔ ہر صبح چراغوں کو ٹھیک کرتے وقت بخور جلائے۔ اور زوال و غروب کے درمیان بھی جب ہارون چراغوں کو روشن کرے تب بخور جلائے۔ یہ بخور خداوند کے حضور پشت در پشت جلایا جایا کرے۔" (خروج ۳۰: ۱، ۷، ۸)

بائبل کے ان احکام سے واضح ہوتا ہے کہ بنی لاوی کے سوا کوئی اور شخص (۱) افود اور جبہ نہیں پہن سکتا تھا۔ (۲) خدا کے صندوق اور خیمہ اجتماع اور مذبح خانہ کے پاس نہیں جا سکتا تھا (۳) کاہن نہیں ہو سکتا تھا۔

الحاج لال حسین صاحب امیر مجلس کراچی کو صدمہ

پچھلے دنوں رمضان المبارک میں الحاج لال حسین امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے قریبی عزیز نور خان صاحب، ریاض (سعودی عرب) کے قریب خارج شہر میں جیپ کے ساتھ تصادم کی وجہ سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ ادارہ حضرت حاجی صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

تعلق مع الرسولؐ اور اس کا تقاضہ

علی اصغر چشتی صابری ایم اے - ایل ایل بی

ایمان کامل صرف ایک علم نہیں، صرف التزام طاعت بھی نہیں، بلکہ ایسی جان سپردگی کا نام ہے جس کے بعد اپنی خواہشات کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کو جاننا، اس کو ماننا، اس کے ایک ایک حکم کو ماننا اور بالآخر اس کے تمام فیصلوں کے سامنے سر تسلیم اس طرح خم کر دینا کہ روح کا کامل سرور اور نفس کی پوری مسرت اسی میں منحصر ہو جائے۔ یہ ہے ایمان کامل"

سر دگل انحصار مے باید کرد
یک کار ازیں دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست مے باید داد!
یا قطع نظر از یار مے باید کرد

ایمان قدرت الٰہیہ کے قہر و غلبہ کے اس مشاہدہ کا نام ہے، جس کے بعد انسان کو اپنی پوری حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اور اسے اپنی قدرت و طاقت کی پوری داستان محض ایک افسانہ نظر آنے لگتی ہے۔ یہ منزل صرف زبانی ایمان سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اسلام کی اس عملی زندگی (PRACTICLE LIFE) گزارنے سے حاصل ہوتی ہے، جس میں اسے قدم بہ قدم یہ سبق ملتا رہتا ہے کہ انسان درحقیقت ضعیف و ناتواں ہے۔ نہ وہ اپنی جان کا مالک ہے نہ مال و دولت کا نہ اپنی اولاد کا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی نطق و حرکت میں بھی آزاد نہیں۔ اس کی ہر ہر حرکت و سکون اور اس کا ایک ایک نطق و سکوت سب ان ہدایات کے ماتحت ہے جو اسلام نے اس کو دی ہیں۔ جب وہ شرعی احکام کے سامنے اس طرح گردش کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اب اس پر یہ راز کھل جاتا ہے کہ درحقیقت وہ اس معاملے میں مجبور محض ہی تھا۔ بلکہ بندگی کی حقیقت یہی تھی جس طرح ایک غلام کے تمام معاملات اس کے آقا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح بندۂ مومن کے جملہ معاملات بھی اس کے آقائے حقیقی کے ہاتھ میں ہونے چاہئیں۔

شان رضا و تسلیم جو ایمان و اسلام کی آخری منزل ہے جب کسی کو میسر آ جاتی ہے تو اس کے سامنے باقی تمام سوالات ختم ہو جاتے ہیں، صرف یہ ایک بات باقی رہ جاتی ہے۔ جو اس کے دل و دماغ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

زندہ کنی عطائے تو۔ ورنہ بخشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو۔ ہر چہ کنی رضائے تو!

کاش اگر زبان سے "لا الٰہ الا اللہ" کہنے والے اتنی بات سمجھ لیتے تو ان پر یہ حقیقت کھل جاتی کہ اس نفی و اثبات میں راہ عشق کے کیسے کیسے باریک و لطیف راز اور دقیق رموز پنہاں ہیں اور اس کے بعد ان کو معلوم ہو جاتا کہ ایمان صرف علم کا مرتبہ نہیں، صرف التزام طاعت اور انقیاد باطن بھی نہیں، بلکہ تسلیم و رضا کے اس منزل کا نام ہے، جس میں نفس مر جاتا ہے، اور مقتضیات نفس ختم ہو جاتے ہیں۔ صرف اور صرف محبوب حقیقی کی ذات مطلوب و مقصود بن کر رہ جاتی ہے۔ اگر ایمان یہ ہے۔ تو پھر اس کی قیمت میں خدا کی وسیع جنت بھی ارزاں ہے۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز!

انسانوں کی قسمیں

دنیا میں انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) خدا پرست (۲) مادہ پرست

مادہ پرست تمام عالم کو صرف اپنے محسوسات کے دائرہ میں محدود تصور کرتا ہے۔ وہ صرف اسی چیز پر یقین رکھتا ہے جسے وہ اپنے حواس کے ذریعے محسوس کرے۔ وہ عالم بالا کے تصور کو وہم پرستی یا مذہبی خوش اعتقادی کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ اور اس لئے جب وہ دعوت انبیاء علیہم السلام میں ماوراء محسوسات عالم کا تذکرہ سنتا ہے۔ تو بے ساختہ اس کا مذاق اڑانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات گھر کر گئی ہوتی ہے کہ عالم غیب کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اور جب یہ ایک بے حقیقت چیز ہے تو اس پر ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نتیجتاً وہ اس ایمان کی حقیقت جہل یا جبری انقیاد سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک ایسے ایمان سے نہ تو نفس

انسانی میں ارتقائی تحریک ابھر سکتی ہے اور نہ اس میں اعمال صالحہ اور ملکات حسنہ کا کوئی ذوق پیدا ہو سکتا ہے۔

خدا پرست کے نزدیک موجودات کو دائرۂ محسوسات میں محدود سمجھنا بنیادی غلطی ہے وہ اپنے فکر سلیم کے ذریعے یہ سوچتا ہے کہ جب عالم محسوسات میں بہت سی چیزوں کا یقین ہمیں صرف مورخین، محققین اور جغرافیہ دانوں کے بیانات پر کرنا پڑتا ہے۔ اور محض اس بات پر ہم اُن کے وجود کو مشکوک نہیں سمجھتے کہ ہم نے بچشم خود ان اشیاء کا مشاہدہ نہیں کیا ہے۔ تو پھر ماوراء محسوسات عالم کا انکار کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ جن کے وجود کے متعلق ہمارے پاس ایسے حضرات کی یقین دہانی موجود ہے جنہوں نے انہیں بچشم خود دیکھا ہے۔ اور ان کا مشاہدہ کیا ہے اس سے اس بات کی وضاحت ہو گئی کہ عالم غیب کے غیر محسوس ہونے کے معنی یہ ہیں۔ یہ مراد لینا غلط ہے۔ کہ ہمارے ضعیف حواس کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی کہ وہ تحت الحس آنے کی صلاحیت سے عاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا پرست حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی فہم و فراست اور ان کی صداقت و امانت کے بھروسے پر عالم غیب کے ماننے کو عین تقاضائے عقل سمجھتے ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی تصدیق اُن کے ایمان کی قیمت ہوتی ہے۔ اگر غیب پر یہ اطمینان و اذعان حاصل نہ ہو تو ایمان ایک بے قیمت چیز ہو کر رہ جائے گی۔

ایک غلطی اور اس کا ازالہ

مادہ پرستوں کی ایک بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ غیر معقول اور غیر مدرک میں فرق نہیں کرتے عالم غیب غیر مدرک تو ہے مگر غیر معقول نہیں۔ غیر معقول سے مراد ایسی چیز ہوتی ہے جسے عقل انسانی محال سمجھتی ہو۔ بالکل سرے سے خلاف عقل ہو۔ اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایمان کے اجزاء کیا ہیں۔ اور ان میں سے کون سا جزء ایسا ہے جسے خلاف عقل اور محال کہا جا سکتا ہے ایک خالق کا وجود، رسول کی رسالت، خدا کی کتابیں، اس کے فرشتے، اس کی تقدیر اور یوم آخرت کہ فرمائیے! ان باتوں میں کون سی ایسی بات ہے۔ جو عقل کے نزدیک محال ہے یا جسے خلاف عقل کہا جا سکتا ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ حواس خمسہ کی دسترس سے یہ حقائق بالاتر ہیں مگر کیا یہ بات کوئی اصول موضوعہ میں داخل ہے۔ کہ جو بات ہمارے مشاہدے یا ادراک سے بالاتر ہو اُسے تسلیم ہی نہ کیا جائے جبکہ ہمارے آلات ادراک سے زیادہ قابل وثوق و مستحکم آلات اس کا ادراک کر رہے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کے بے دلیل انقیاد کا اثر نفس انسانی پر کچھ ہوتا بھی ہے یا نہیں تو اس سوال کا جواب صحابہ کرامؓ کے وہ انقلابی کارنامے دیں گے جنہیں تاریخ نے ارتقاء انسانی کی بنیاد قرار دیا ہے۔ جب ہم غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارتقاء کی وہ مسافت جو مادہ پرستوں نے کئی سالوں میں طے کی تھی۔ یہ خدا پرست چند لمحات میں اسے طے کر

گئے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ان حضرات کے ایمان بالغیب کے تذکرہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان کی عملی زندگی کا نقشہ بھی کھینچ کر رکھ دیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایمان ایک طوفان خیز سمندر تھا۔ جس میں اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، اور انفاق فی سبیل اللہ کی موجوں کا ہنگامہ برپا تھا۔ بدنی عبادت میں بھی انہیں کمال حاصل تھا اور مالی قربانی سے بھی انہوں نے دریغ نہیں کیا۔ الغرض جب ایمان کے نتیجے میں نفس انسانی مالی اور جانی قربانی کے اسپرٹ (SPRIT) سے سرشار ہو جائے اس کو بے اثر اور خشک ایمان کیسے کہا جا سکتا ہے۔ بہرحال اس منزل تک رسائی تب ہی ہوتی ہے جب حقیقی طلب دل میں موجزن ہو۔ صرف طلب ہی نہیں بلکہ حقیقی تڑپ بھی موجود ہو۔

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر
سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر!

انبیاء علیہم السلام کے علوم

دراصل بات یہ ہے کہ انبیاء کرامؑ دو قسم کے علوم سے آراستہ ہوتے ہیں ایک وہ جن کا بدیہی طور پر عقل انسانی ادراک نہ کر سکے ایسے علوم سراسر منقول ہی منقول ہوتے ہیں اور انہیں صرف انبیاء کرام کی صداقت کے اعتماد پر بلا دلیل تسلیم کیا جاتا ہے۔ دوسرے وہ جو عقل انسانی کے دائرہ میں بھی داخل ہوتے ہیں۔ اس قسم کے علوم کے متعلق انسان کو استنباط اور اجتہاد کی اجازت حاصل ہے بلکہ اس پر یہ زور دیا جاتا ہے کہ وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی زندگی کا لائحہ عمل خود مرتب کرے۔

جب ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو گزشتہ اقوام کے تذکروں اور تاریخ کے عبرت آموز واقعات سے جا بجا بار بار سابقہ پڑتا ہے۔ ان واقعات کو اس لئے بار بار دہرایا گیا ہے تاکہ انہیں پڑھ کر ہم اپنے مستقبل کے لئے لائحہ عمل مرتب کر سکیں اور ہمیں اپنی آئندہ زندگی میں پوری بصیرت کے ساتھ چلنے کا سلیقہ اور طریقہ آ جائے۔ اس حصے پر غور و خوض کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی معقولیت اور گہرائی کا اندازہ ہو جانے کے بعد دوسرے حصے کی معقولیت کا یقین آٹومیٹکلی ہو جاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اطباء کی ریسرچ کی بدولت دواؤں کے خواص معلوم ہوئے مختلف اشیاء کی طبائع اور ہر چیز میں مخفی قوت کو انہوں نے معلوم کیا اور اس طرح معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ جمع ہو گیا۔ عوام نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ اور ان کی ریسرچ تحقیق اور فضل و کمال کا اعتراف کیا اسی طرح دیگر علوم و فنون کے ماہرین نے بھی ریسرچ کر کے لوگوں سے خراج تحسین حاصل کیا لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کے احکام اس کی موضوعات اور عقائد و اعمال کی خاصیات اور صحیح و غلط اچھے اور بُرے اخلاق کے نتائج کا علم، آخرت میں نیک و بد ثواب و عذاب اور جنت اور جہنم کی معرفت کا انبیائے کرام واحد سرچشمہ ہیں۔ اور ان کے علم میں اس زندگی

دعوتِ فکر

سوچنے کی بات

۱۸۵۷ء وہ پرآشوب دور تھا جبکہ ہندوستان پر مسلمان حکومت کی جگہ انگریزی حکومت لے رہی تھی۔ اہلِ اسلام نے انگریزی حکومت کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا۔ اس مقدس جہاد میں بہادر شاہ ظفر سے لیکر ایک عامی مسلمان تک علماء اسلام کی قیادت میں ہر کہ ومہ نے حصہ لیا۔ اگر مسلمانوں سے ہی غداروں کی سرپرستی دکن کے صادق، بنگال کے جعفر، پنجاب کے مرزا غلام مرتضٰی نہ کرتے تو آج دنیائے اسلام کا نقشہ اور ہی ہوتا چونکہ اقوامِ ہند سے مسلمان ہی سب سے زیادہ انگریز سے برسرِ پیکار تھا۔ اس لئے بارہ برس بعد جبکہ ہندوستان پر نصرانی حکومت اپنے ظلم وستم اور بعض نام نہاد مسلمانوں کی امداد کے ذریعہ مکمل قبضہ حاصل کر چکی تھی۔

۱۸۶۹ء میں انگریزوں نے ایک کمیشن لندن سے ہندوستان بھیجا۔ تاکہ وہ انگریز کے متعلق مسلمان کا مزاج معلوم کرے۔ آئندہ کے لئے مسلمان کو رام کرنے کے لئے تجاویز مرتب کرے۔ اس کمیشن نے ایک سال ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کے حالات معلوم کئے۔

۱۸۷۰ء وائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکور کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوتِ خاص پر شریک ہوئے جس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی جو "دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا" کے نام سے شائع کی گئی جس کا اقتباس مندرجہ ذیل پیش کیا جاتا ہے۔

رپورٹ سربراہ کمیشن سر ولیم ہنٹر

مسلمانوں کا مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیرِ سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کے لئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کے لئے ہر لمحہ تیار رہتے ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

رپورٹ پادری صاحبان

یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجائیں جو ظلی نبوت کا دعوٰی کرنے کو تیار ہوجائے تو اس کے حلقۂ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق درجوق شامل ہوجائیں گے لیکن مسلمانوں میں سے اس قسم کے دعوٰی کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے یہ مشکل حل ہوجائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیرِ سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمتِ عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطۂ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جبکہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہوچکے ہیں اور ہر طرف امن وامان بھی بحال ہوگیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبہ پر عمل کرنا چاہیئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

(اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس وائٹ ہاؤس لندن منعقدہ ۱۸۷۰ء "دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا")

قارئین کرام:- انگریز دشمنِ اسلام تھا۔ گلیڈسٹون وزیرِ اعظم انگلستان نے پارلیمنٹ میں تقریر کی۔ قرآن کریم ہاتھوں میں لیکر کہا کہ جب تک یہ کتاب دنیا میں موجود ہے ہم اطمینان سے حکومت نہیں کرسکتے یہ کہہ کر بدبخت کافر نے کلامِ الٰہی کو زمین پر دے مارا۔

قرآنی تعلیمات کی بناء پر مسلمانوں کے لئے جہاد ایک ایسا مقدس فریضہ اور محبوب مشغلہ تھا جس کے تحت عرب کے بادیہ نشینوں نے قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیئے۔ اس لئے سازش کی گئی کہ مسلمانوں میں کوئی غدار تلاش کرکے دعوٰی نبوت کرایا جائے اور وہ جہاد کو حرام اور انگریزی حکومت کی تابعداری کو فرض عین قرار دے۔

قارئین کرام کا فرض ہے کہ وہ تلاش کریں کہ وہ شخص کون ہے جس نے ظلی نبوت کا دعوٰی کیا اور جہاد کو حرام قرار دیا۔ انگریزی حکومت کی اطاعت کو فرض گردانے میں ساری عمر گزار دی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

قادیانی

اپنے عقائد کے آئینے میں

تاج محمد مدرس قاسم العلوم فقیروالی

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء آتے رہے اسی طرح اب بھی آپ کے بعد نبوت جاری وساری ہے۔ غیر تشریعی نبی آسکتے ہیں صرف تشریعی نبوت کا سلسلہ بند ہے۔ اور یہ بھی کہ پہلے نبوت براہ راست ملا کرتی تھی۔ اور اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل تابعداری سے ملے گی۔ ہاں ہاں ساتھ ہی قادیانیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر وہ شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم نبوت کا قائل ہے وہ مردود اور لعنتی ہے۔ (نعوذ باللہ)

ہمارے سامنے اس وقت مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی قادیان کی تصنیف "حقیقۃ النبوۃ" حصہ اول جو ۱۵ مارچ ۱۹۱۵ء مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں شائع ہوئی کا صفحہ ۱۸۶ کھلا ہے۔ اسی صفحہ سے ہم ایک سنڈاس بھرا اقتباس پیش کرتے ہیں جو جملہ افراد امت محمدیہ کے لئے قطعاً قطعاً ناقابل برداشت ہے۔ وہ یہ ہے۔

خلیفہ قادیاں تحریر کرتے ہیں:- کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا۔ اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو بند کر دیا۔ اب بتاؤ کہ اس عقیدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ثابت ہوتے ہیں یا اس کے خلاف نعوذ باللہ من ذالک اگر اس عقیدہ کو تسلیم کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ نعوذ باللہ دنیا کے لئے عذاب کے طور پر آئے تھے اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی اور مردود ہے۔"

مندرجہ بالا تحریر اگر کسی غیر ذمہ دار مرزائی کی ہوتی تو ہم ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے۔ چونکہ یہ تحریر خلیفہ قادیان کی ہے۔ اس لئے ہم ان کا تعاقب کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ اور اپنے لئے باعث نجات تصور کرتے ہیں۔

اقتباس بالا سے حسب ذیل نتائج مترشح ہوتے ہیں۔ کہ

(۱) جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت کو مسدود سمجھتا ہے وہ آپ کو موجب رحمت نہیں باعث عذاب سمجھتا ہے (نعوذ باللہ)

(۲) ایسا شخص مردود اور لعنتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ دور صحابہ اور ان کے بعد سے لے کر آج تک ختم نبوت کے بارے میں امت کے فقہاء۔ محدثین اور مفسرین کا کیا مسلک رہا ہے اس میں یہ بات دیکھی جا سکتی ہے کہ ایک ہی بات ہے جسے پہلی صدی ہجری کے امام ابو حنیفہ سے لے کر تیرھویں صدی کے علامہ آلوسی تک سب کہتے چلے آرہے ہیں۔ ان میں ہند و پاک کے مصنفین فتاوی عالمگیری۔ ایران کے امام غزالی ماوراء النہر کے ملا علی قاری۔ شام کے علامہ ابن کثیر۔ مصر کے امام سیوطی۔ یمن کے امام شوکانی۔ مراکش کے

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

قاضی عیاض - اندلس کے ابن حزم سب شامل ہیں۔ پھر ان میں زمخشری معتزلی ہیں تو امام رازی اشعری۔ شوکانی اہل حدیث ہیں تو ابن حزم ظاہری۔ ابن کثیر حنبلی ہیں تو امام غزالی شافعی۔ قاضی عیاض مالکی ہیں تو اسماعیل حقی اور آلوسی اور ابن نجیم حنفی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ہر ملک ہر زمانے اور ہر مسلک و مذہب کے مسلمانوں کا عقیدہ ایک ہی رہا ہے۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس پر تمام پیغمبرانہ نعمتوں کی انتہا اور نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اس لیئے دنیا اب کسی نئے آنے والے نبی کے وجود سے بالکل مستغنی ہو گئی ہے۔ اس لیے قرآن پاک نے عہد نبوت کے سب سے بڑے مجمع میں یہ اعلان عام فرمایا تھا

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی۔ اور تمہارے لیئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا۔ جو سلسلہ نبوت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ختم کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

(۱) "میں پیدائش میں سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب سے آخری ہوں۔

(۲) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذر! سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی محمد صلعم۔

(۳) حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۴) حضرت مالک ابن حویرث فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہ اے علیؓ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۵) حضرت انس بن مالک روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا۔ اور نہ نبی۔ (اس حدیث میں لفظ نبی اور رسول علیحدہ علیحدہ بیان کر کے یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ نہ کوئی تشریعی نبی آپ کے بعد ہو گا نہ غیر تشریعی۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک رسول صاحب شریعت نبی کو کہا جاتا ہے۔ اور نبی عام ہے)۔

ہم قادیانی حضرات سے صرف یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت یا کتاب نازل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو صاف اقرار کرو۔ ورنہ اگر باب شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسدود ہے اور یہی آپ کا عقیدہ ہے تو پھر یہی فتویٰ (لعنتی اور مردود ہونا) خلیفہ قادیان اور تمام جماعت مرزائیہ پر بھی لگتا ہے۔

جیسا کہ وقتاً بعد وقتٍ انبیاء کرام تشریف فرما ہوتے رہے اسی طرح وقتاً فوقتاً شرائع بھی آتے رہے۔ اور قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ اب صاحب شریعت نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ بغیر شریعت کے نبی آ سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا فیض شریعت سے محروم کر دی گئی۔ اور انعام شریعت انعام نبوت سے بہت بڑا ہے۔ اگر مسدودی نبوت کا عقیدہ رکھنے والا بقول مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی قادیان "مردود اور لعنتی" ہے تو پھر مسدودی شریعت کا عقیدہ رکھنے والا اس سے بھی بڑھ کر مردود اور لعنتی ٹھہرتا ہے۔ اب صرف دو ہی صورتیں باقی ہیں یا تو جدید شریعت اور کتاب کا نازل ہونا قبول کر دیا پھر مہربانی کر کے مندرجہ بالا فتویٰ کو خود ہی اپنے اوپر چسپاں کر لو۔

اگر یوں کہو کہ اب کوئی نئی شریعت یا کتاب اس لیے نازل نہیں ہو سکتی کہ قرآن کریم پر آ کر شریعت کامل ہو گی۔ تو پھر بالکل اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اب کوئی نبی یا رسول بھی نہیں آ سکتا۔ اس لیے کہ نبوت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر کامل ہو چکی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ امیر لاہوری فریق نے جو جواب "النبوۃ فی الاسلام" کے صفحہ ۵۰ اپر مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کو دیا ہے وہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ خلیفہ قادیان کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"جو لوگ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نبوت کا دروازہ مسدود نہیں۔ بلکہ کھلا ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

باقی صفحہ ۱ پر

کے بعد کے حالات اور اس عالم میں ہونے والے حشر و نشر، انعام و عذاب اور لعنت و رحمت کے علم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کے مطابق انبیائے کرام کو مخصوص فرمایا ہے۔

ایمان کی روح صفتِ یقین ہے

بات سے بات نکلتی ہے۔ میں طوالت کے خوف سے مضمون مختصر کرنا چاہ رہا تھا لیکن مکمل توضیح کے بغیر چھوڑنے کے لئے جی نہیں چاہتا۔ اس لئے چند سطریں مزید بڑھانی پڑیں۔ جب میں نے اس سلسلے میں غور کیا تو یہی معلوم ہوا کہ اصل ایمان کی تمام روح صفتِ یقین ہے۔ پھر یقین یا تب ہی قابلِ تعریف ہو سکتا ہے جب عالمِ غیب پر ہو ورنہ مشاہدہ پر یقین کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ یہ تو ہر ایک کر لیتا ہے۔ بلکہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ فرشتے جو عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اب اگر خداوند قدوس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے۔ تو ان کا کمال کیا ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ عالمِ غیب کا ذرہ ذرہ تحت الحجاب ہو، اور پھر اس کی تائید میں وہ سرگرمی ہو جو عین مشاہدہ میں ہوتی ہے یہ ہے۔ ایمان کی وہ منزل جو ملائکۃ اللہ کے لئے بھی قابلِ رشک ہے ان کا ایمان ایمان بالغیب نہیں یہ ایمان ہمارا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تکلفات شرعیہ کا بوجھ ڈالنے کے لئے رب العالمین نے اپنے اور انسان کے درمیان ایک حجابِ غیب ڈال دیا۔ جس کے بعد جنت و دوزخ تو در کنار خود خالق کا بھی وجود بھی عالمِ غیب میں شامل ہو کر رہ گیا ہے۔ کل جب یہ پردہ اٹھایا جائے گا تو تکلفات شرعیہ کا دائرہ بھی ختم ہو جائے گا۔ انسان تو اس عالم کے وجود سے پہلے بھی مکلف نہیں تھا اور اس کی فنا کے بعد بھی مکلف نہیں رہے گا۔ مختصر یہ کہ انسان کے لئے تکلفات شرعیہ کا وجود حجابِ غیب پر منحصر ہے۔ اس عارضی حجاب نے عالمِ غیب کو نظری بنا رکھا۔ ورنہ آج جو نظری ہے۔ کل بدیہی اور یقینی تھا۔ اور بتایا موت کے بعد پھر یقینی بن جائے گا۔ موجودہ انکار و تردد جو کچھ بھی ہے یہ صرف اس حجابِ غیب کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ جو اس حجابِ غیب کے ماوراء ہے۔ اس سے ہمیں آگاہ کر دیں ان کی حیثیت اس معاملے سے صرف ایک مبلغ اور مذکر کی ہوتی ہے وہ ان علوم کے حصول میں نہ تو خود دماغ سوزی کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں البتہ جو علوم منجانب قدرت انہیں حاصل ہوتے ہیں ان کے سکھانے میں یہ ذرہ برابر بخل نہیں کرتے۔ پھر بھی جو شخص دلائل کی پرخار وادی میں گرفتار ہے۔ وہ بحث زیادہ اور عمل کم کرتا ہے۔ اسلام نے مختصر یہی آخرت کی طویل منزل طے کرنے کے لئے یہی تعلیم دی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اعتماد پر اس زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے وقت کی تمام فرصت صرف عمل میں صرف کی جائے۔ کیونکہ ؎

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی!
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

رائے آپ کی

اللہ تعالیٰ آپ کو اشاعت اسلام اور عقیدہ تحفظ ختم نبوت

کیلئے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے

محترم جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب و عبدالرحمٰن یعقوب باوا صاحب مدظلہ

سلام مسنون!

ہفت روزہ "ختم نبوت" کے چند شمارے نظر سے گذرے ہیں جن کو پڑھا عمدہ پایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اشاعتِ اسلام اور عقیدہ تحفظ ختم نبوت کے لیے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور کامیاب و کامران کرے۔ میری طرف سے تمام معاونین ختم نبوت کو مبارک باد قبول ہو۔

والسلام

(مولانا) محمد منیر الدین
امیر مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان
خطیب مرکزی جامع مسجد کوئٹہ،

مولانا محمد یوسف بہاول پوری کو صدمہ

بہاول پور۔ مشہور شعلہ بیان مقرر خطیب ختم نبوت مولانا محمد یوسف صاحب خطیب مسجد اشرف بہاول پور کے برادر محترم جناب خوشی محمد صاحب دل کے عارضہ کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ اوراوکاڑہ کے قریب گاؤں میں قیام پذیر تھے تمام شیدائیان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا فرمادیں کہ خداوند قدوس مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین۔ مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول پور کے جملہ اراکین موصوف کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

اظہار تعزیت

مدرسہ اشرفیہ سکھر کے مہتمم اور گلشن عیدگاہ کے خطیب حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی نے مولانا محمد یعقوب صاحب وادولی کے انتقال پر دلی تعزیت کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ مولانا نہایت متقی اور وسیع النظر عالم تھے۔ ان کی وفات سے علمی حلقے میں اک خلا سا پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا تھانوی نے ان کی دینی وملی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

محترم جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

السلام علیکم امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

آپ حضرات نے بڑی جدوجہد اور کامیابی کے بعد دین مبین کے اساسی عقیدہ عقیدہ ختم نبوت کی اشاعت وحفاظت کے لئے ہفت روزہ کا اجراء فرما کر پوری ملت اسلامیہ پر احسان فرمایا ہے کیونکہ اس پرفتن دور میں اس نوعیت کے جریدے کی بڑی شدید ضرورت تھی جس کو آپ حضرات نے پورا فرمادیا اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے رفقاء اور معاونین احباب کو ہر قدم پر کامرانی عطا فرمائے۔ اور ہفت روزہ ختم نبوت کو مفید ومقبول بنائے۔

محمد عثمان الوری، کراچی

جامعہ محمودیہ مدنیہ واقع گلشن حبیب سیکٹر ۱۵-اے-۳ شمالی کراچی (نزد ناگن چورنگی)

کی جانب سے

اعلان داخلہ

امسال حسب سابق جامعہ ہذا میں مورخہ ۵ شوال المکرم سے رہائشی طلباء کا درجہ حفظ اور درجہ کتب ابتدائی میں داخلہ جاری ہے۔ طلباء کو طعام وقیام وغیرہ کی سہولتوں کے علاوہ ماہانہ معقول وظیفہ بھی دیا جائیگا۔ داخلہ کے خواہشمند طلباء فوری رجوع کریں۔

قاضی محمد احمد مدنی
مہتمم جامعہ ھذا

ناظم آباد، نارتھ ناظم آباد سے نیو کراچی آنے والی تمام بسوں اور ویگنوں کے ذریعے جامعہ کے اسٹاپ ناگن چورنگی سے قبل اتریں۔

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی — رجسٹرڈ ایس نمبر ۳۲۱۷

اِنّیْ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

فدایانِ ختم نبوّت — جاں نثارانِ ملّتِ بیضا

ربوہ چلیئے

عظیم الشان ۲ روزہ

ختمِ نبوّت کانفرنس

۶-۷ ستمبر ۱۹۸۲ء بروز پیر منگل — بمقام:- مسلم کالونی ربوہ

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء پاک فوج کے مجاہدینِ اسلام نے دشمن افواج کی یلغار کو روکا۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء اسلامیانِ پاکستان قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دینے میں کامیاب ہوئے۔

ان اہم واقعات کو زندہ رکھنے کیلئے ۶-۷ ستمبر ۱۹۸۲ء کے اس ملی اجتماع میں شرکت فرمایئے

رابطہ کیلئے
فون ربوہ - ۴۶۶
فیصل آباد - ۲۴۷۰۰
لاہور - ۶۳۱۹۵

رابطہ کے لئے
فون ملتان - ۷۶۳۳۸
۳۲۳۴۱
اسلام آباد - ۲۹۱۸۶

مجلسِ تحفّظِ ختمِ نبوّت پاکستان

کتبہ صابر فیصل آباد — ماس پرنٹرز فیصل آباد